مصطفیٰ عباس، لیکچرار قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی گلگت

صائمہ حبیب، ریسرچ سکالر

Mustafa Abbas, Lecturer, Karakoram International University Gilgit.
Saima Habib, Research Scholar.

محسنؔ نقوی کی داخلیت پسندی(بحوالہ ریزہ حرف)

MUHSIN NAQVIS'S INTERIORISM (REFERENCE TO REIZAA-E- HARF)

Abstract:
Internalism means that the emphasis of the poet's nature is on the description of internal feelings, personal feelings, emotional events and situations. And the center and source of all these experiences is the poet's own self and the world of this cosmic heart. His poetry is a collection of his poetry, his collection of pain and sorrow, and his poetry is only of curtain speech, from which we can hear his heartbeat clearly. This means that the interiorist poet brings the inner feelings and the heart event into poetic harmony. This article deals Muhsin Naqvis's Interiorism in her poetry.

Key Words: *Poets, Nature, Feelings, Emotional, Poetry, Harmony.*

صرف شاعر ہی نہیں بلکہ ہر انسان دو دنیاوں میں زندگی بسر کرتا ہے۔ایک وہ دنیا جو اس کی ذات سے باہر، اس کے اردگرد پھیلی ہوئی ہے اور دوسری وہ دنیا جو اس کی ذات کے اندر باطنی کیفیات،احساسات اور جذبات سے متعلق ہے۔یوں کہہ لیجیے کہ خارجی دنیا میں جو کچھ واقعات رونما ہوتا ہے وہ خارجی واقعات ہیں اور داخلی دنیا میں یعنی انسان کی باطن میں جو کچھ رونما ہوتا ہے وہ اسے داخلی یا واردات قلبی کہہ سکتے ہیں۔انسان کی ذات سے باہر یعنی خارجی دنیا میں وقوع پذیر ہونے والے عوامل میں واقعات کے علاوہ، اشخاص اور اشیاء وغیرہ شامل ہیں۔جب کہ داخلی دنیا میں ان اشخاص ،واقعات اور اشیاء سے متعلق ہمارا ردِ عمل ہے جو جذبات اور احساسات کی صورت میں نمو پاتا ہے،اسے واردات قلبی کہہ سکتے ہیں۔یہ ایک فطری بات ہے کہ بعض شاعر خارجی دنیا سے دلچسپی رکھتے ہیں اور بعض شاعر داخلی دنیا میں کشتِ سخن سر سبز کرتا ہے۔یہیں سے شعر و سخن میں داخلیت اور خارجیت کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ڈاکٹر ابو للیث صدیقی لکھتے ہیں:

" داخلیت کا مطلب یہ ہے کہ شاعر کی طبیعت کا زور داخلی کیفیات ،ذاتی احساسات، جذباتی واقعات اور حالات کے بیان پر صرف ہوتا ہے۔اور ان تمام تجربات کا مرکز اور منبع شاعر کی اپنی ذات اور اس کائنات دل کی دنیا ہوتی ہے ۔اس کی شاعری آپ بیتی ،اس کے دیوان درد و غم کے مجموعے اور اس کا شعر صرف پردہ سخن کا ہوتا ہے جس میں سے ہمیں اس کے دل کی دھڑکنیں صاف سنائی دیتی ہیں"۔(۱)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ داخلیت پسند شاعر باطنی کیفیات،احساسات وجذبات اور واردات قلبی کو شعری آہنگ میں پرو کر زیب قرطاس لاتا ہے۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

وارداتِ دل جگر کے خون سے لکھتے ہیں ہم

نورالحسن ہاشمی دلی کا دبستان شاعری میں یوں گویا ہے:

" داخلیت سے مراد یہ ہے کہ شاعر باہر کی دنیا سے غرض نہیں رکھتا بلکہ اپنے دل کی دنیا میں جھانک کر اس کی واردات کا اظہار کرتا ہے۔اگر باہر کی دنیا کے بارے میں کچھ کہتا ہے تو اسے بھی شدید داخلیت میں ڈبو کر پیش کرتا ہے"۔(۲)

لیکن ہماری داخلی واردات بھی کسی نہ کسی درجے میں خارجی واقعات کا ردعمل ہے۔شاعر کی مخصوص طبع جب خارج کی جانب مائل ہو تو مطالعہ خارج میں اس کی داخلی کیفیات ضرور داخل ہوں گے۔تاہم اصطلاح ادب میں اس میلان کو خارجیت کہا جائے گا۔جب شاعر کی مخصوص افتاد طبع باطنی دنیا کی احساسات و جذبات اور کیفیات کی ترجمانی کرے گا یا واردات قلبی کو بیان کرے گا۔تو اس کی داخلی کیفیت ضرور کسی خارجی واقعے، شے یا کسی شخص سے منسلک اس کا جذباتی ردعمل ہوگی۔تاہم اس میلان کو اصطلاح میں داخلیت کہا جائے گا۔

داخلی شاعری سے مراد وہ شاعری ہے جس میں شاعر اپنی ذات میں گم ہو کر شعر تخلیق کرتا ہے۔اور اپنے ذاتی تجربے اور احساسات، مشاہدات اور کیفیات کو ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔یوں کہہ لیجیے کہ داخلی شاعری میں انسان کے مختلف ذاتی جذبات جس میں امید، غم اور خوشی شامل ہوتی ہے نظم کیے جاتے ہیں۔

حقیقت میں دیکھا جائے تو داخلی شاعری ایک حد تک ذاتی شاعری ہوتی ہے یعنی شاعر کی ذات کا عکس بھی نمایاں ہوتا ہے۔ مگر چونکہ اس میں عام عوام اور سماج کے جذبات کو بھی بیان کئے جاتے ہیں اس لئے یہ شاعری کائناتی شاعری بن جاتی ہے۔

یہاں یہ بات ضرور ذہن میں رکھنا چاہیے کہ داخلی شاعری سے مراد صرف دکھ درد، غم، خوشی، مایوسی کی کیفیات شعری صورت میں بیان کرنا نہیں بلکہ فلسفیانہ خیالات کو بھی داخلیت کی آمیزش کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے۔ مگر اتنا خیال ضرور رہے کہ ان کا انداز بیان شاعرانہ ہو۔ یعنی اردو غزل کی بنیادی خصوصیات تغزل، نغمگی ، ندرتِ ادا اور حسن آفرینی سے خالی نہ ہو۔ ورنہ ایسی شاعری صرف قافیہ پیمائی بن کر رہ جائے گی۔ یہی وجہ ہے علمائے ادب نے داخلیت کو اردو غزل سے جوڑا ہے جب کہ خارجیت کو نظم کا حسن قرار دیا ہے۔

اردو غزل کے ناقدین اور ماہرین نے اگرچہ مرثیہ، قصیدہ، واسوخت اور ہجو کو بھی داخلیت کے ذیل میں شمار کیا ہے۔ اگرچہ وہ داخلی جذبات سے سروکار رکھیں اور داخلی جذبات کا بیان داخلیت کے زمرے میں شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہماری داخلی اور خارجی دنیا خارجی اثرات سے ہرگز آزاد نہیں ہوتا۔ یہ ناممکنات میں سے ہے۔ دل لٹ جاتی ہے تو دل میں اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسی داخلی شاعری جس میں خارج کے اثرات بلکل نہ ہو، ملنا نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکنات میں سے ہے۔

اسی طرح داخلی جذبے سے پاک، خالص خارجی شاعری کا ملنا بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ خارجی شاعری اگر جذبے کی آمیزش سے بیان نہ ہو تو شاعری کی بجائے ایک خشک، غیر ادبی اور غیر شاعرانہ تحریر بن کر رہ جائے گی ۔ جسے شاعری نہیں کہا جا سکتا۔ چنانچہ اکثر ماہرین فن نے غزل کو بجا طور پر داخلی شاعری کی بہترین مثال قرار دیا ہے۔

کہا جاتا ہے شاعری انسان کی جمالیاتی حس کو زندہ رکھنے کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ایک جاندار کو زندہ رہنے کے لئے آکسیجن۔ یہ بات حقیقت ہے آسمان اور انسانی فکری پرواز کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اسی لئے ایک کامیاب، توانا اور فن کار شاعر ہمیشہ سے حدود قیود کی چار دیواری میں بند ہو کر رہنے کی بجائے فکری اور تخیلاتی پرواز کو لا محدود اونچی اڑان بخشتا ہے۔ اردو ادب کی تاریخ میں بے شمار کئی بڑے بڑے نام ایسے ہیں، جن کا شعری سرمایہ کئی دہائیاں گزرنے جانے کے باوجود آج بھی زندہ و جاوید ہیں۔ یہی زندگی انہیں تاریخ ادب میں ہمیشہ کے لئے امر کر دیتا ہے۔

اس ضمن میں گزشتہ چند دہائیوں کی شعری سفر کا جائزہ لیں تو آسمان شاعری پر کئی ایسے درخشاں ستارے چمکتے دمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ جن میں حبیب جالبؔ، فیض احمد فیضؔ، احمد فرازؔ، امجد اسلام امجدؔ، پروین شاکر، افتخار عارفؔ اور محسن نقویؔ شامل ہیں۔ متذکرہ بالا تمام ناموں میں محسن نقوی اک ایسا نام ہے جنہیں اجارہ دارانِ ادب اور عصری نقادوں نے ہمیشہ پسِ پشت ڈالتے ہوئے وہ مقام عطانہ کیا جو ان کا حق تھا۔ محسن نقوی بنیادی طور پر غزل گو شاعر ہے لیکن نظم گوئی پر ان کو کمال قدرت حاصل تھا۔ انھوں نے اپنی شاعری میں قدیم کلاسیکی شعری روایت کو برقرار رکھتے ہوئے سیاسی معاشرتی اور معاشی مسائل کو نہ صرف نوکِ قلم سے نشان زد کیا بلکہ عالم انسانیت کے امن کو بھی ایک سفیرِ امن کی حیثیت سے موضوع سخن بنایا۔

محسنؔ کی شاعری میں کائنات، شاعری اور زندگی کے مابین ایک ربط کا احساس ملتا ہے۔ خونِ دل میں نہائی درد اور وارداتِ قلبی میں ڈوبی ہوئی محسنؔ کی شاعری اپنے خاص لہجے، آہنگ، تہہ نشینی، شعریت اور رنگِ تغزل کی وجہ سے اردو ادب میں خاص اہمیت کی حامل ہے۔ محسنؔ ایک طرف اپنے دور کے خارجی حالات سے مغلوب تھے تو دوسری طرف خود ان کی زندگی کی تلخ تجربات تھیں جس کی وجہ سے ان کی شاعری میں یاس، احساس تنہائی، محرومی اور درد و غم کے آثار نظر آتے ہیں۔ مشاہداتِ حیات کے خارزار راستے میں پیش آنے والے مشکلات کو محسنؔ نے جس فنی چابکدستی سے شعری صورت میں بیان کیا ہے۔ اس کی آج تک مثال نہیں ملتی۔

کہا جاتا ہے اچھا شعر ہمیشہ تشریح سے بے نیاز ہوتا ہے۔ خاص طور پر اردو غزل کا شعر، یعنی بات فوری طور پر دل کی تہہ تک نہ پہنچ جائے تو بات ادھوری رہ جاتی ہے۔ اسی لئے ایک شاعر عام عوام سے یا انسانوں سے مختلف اور برتر ہوتا ہے۔ اس کی یہ برتری دل گداختہ طبیعت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اسی سے شاعری یا دردِ مجبوری نمو پاتا ہے۔

اس ضمن میں ڈاکٹر سلام سندیلوی لکھتے ہیں:

> "اردو ادب میں داخلی شاعری کی بہترین مثال غزل ہے۔ جو شاعر کی دروں بینی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ غزل میں شاعر مختلف واردات قلبیہ نظم کرتا ہے۔ خوشی، غم، وصل اور ہجر کی کیفیات دکھاتا ہے۔ حُسنِ محبوب دیکھ کر اس کے دل میں جو احساسات بیدار ہوتے ہیں۔ ان کی سچی تصویر کھینچتا ہے۔ لیکن یہ ساری

گفتگو رمز و کنایہ میں کرتا ہے۔اشارات اور رمز ہی غزل کی جان ہے۔یہی
غزل کی شاعری میں تاثیر پیدا کرتی ہے"۔ (۳)

اردو غزل کی اسی داخلی روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمارا اصل کام محسن نقوی کی شہرہ آفاق کتاب" ریزہ حرف" میں داخلی عناصر تلاشنا ہے۔ریزہ حرف ۱۹۸۵ء میں منظر عام پر آئی۔اس سے پہلے بند قبا اور برگِ صحرا چھپ چکے تھے۔ہم ریزہ حرف میں داخلیت تلاش کرنے کے لئے محسنؔ کی شاعری کو درجہ ذیل موضوعات میں تقسیم کرتے ہیں۔

ا۔احساسِ محرومی

محسنؔ نقوی کی شاعری میں محرومیوں کا احساس شدت سے نظر آتا ہے۔نفسیات دانوں کے مطابق ایک حساس آدمی کے لئے ایک محرومی، کبھی کبھی عمر بھر غم میں مبتلا رکھنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ محسنؔ نقوی جیسے حساس شاعر کے دور میں بھی بہ ظاہر نظر آنی والی سحر کے پیچھے ہر سو اندھیرا تھا۔انھوں نے بار بار اپنے کاموں کو بنتے اور بگڑتے دیکھا۔زندگی کے تلخ تجربات اور مشاہدات میں "جبر" کو کار فرما دیکھا اور کوشش کو بے معنی پایا۔اسی لئے احساس و اظہار میں جو اشتراک محسنؔ نقوی کے ہاں نظر آتا ہے وہ ان کے ہم عصروں میں سے کسی کے پاس موجود نہیں۔

محسنؔ نقوی کی خود داری، انانیت اور زود حِسی نے ان کے دل و دماغ میں اک ہیجان بپا کر دیا تھا۔کربِ ناقدریِ دوراں، کربِ ناقدریِ یاراں اور امتدادِ زمانہ نے ان کی نرگسیت کو بری طرح مجروح کر دیا تھا۔یوں محسنؔ نقوی اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگے ۔ان کی ذات کی یہ نفسیاتی کیفیت ان کو اس مقام تک لے گئی جہاں دنیا سراسر فریب اور کسی امید کے لائق نہیں رہتی۔ محسن نقوی وحشتِ تنہائی کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

پھر وہی میں ہوں وہی شہر بدر سناٹا
مجھ کو ڈس لے نہ کہیں خاک بسر سناٹا
کس سے پوچھوں کہ کہاں ہے مرا رونے والا
اِس طرف میں ہوں، مرے گھر سے اُدھر سناٹا
تو صداؤں کے بھنور میں مجھے آواز تو دے
تجھ کو دے گا مرے ہونے کی خبر سناٹا (۴)

محسن نقوی کو اپنے عہد کی شکست وریخت کا احساس بھی تھا۔ جس کو ان کے بہت سے ہم عصر شعراء محسوس نہ کر سکے۔ انہوں نے شدت سے محسوس کیا اور ایک حقیقت پسند شاعر ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے غزل کے استعاراتی و علاماتی انداز میں اپنے دور کے شکوے بیان کئے ہیں۔ ذیل میں چند اشعار ملاحظہ ہو جس میں سوز و گداز کی ایک خاص کیفیت نظر آتی ہے

ہمارے ڈوبنے والے کو کون روتا ہے ؟
کہ زیرِ آب پڑی ہیں کچھ اور لاشیں بھی !
مرے لہو کی امانت عدو کا زہر ستم
مرے بدن کا اثاثہ تری خراشیں بھی !
کہاں تلک میں پرانے دنوں کا عشق لکھوں
یہ لوگ اب کوئی تہمت نئی تراشیں بھی (۵)

بھری دنیا میں وحشتِ تنہائی کا عذاب محسن جیسے حساس تخلیق کار کے زخموں کو کھرچنے کے لئے کافی تھا۔ اس کے علاوہ کربِ ناقدری یاراں اور کربِ ناقدری دوراں کا احساس محسن کو مزید غم سے دوچار کرتا ہے۔ ایسے عالم میں محسن نقوی کی احساس تنہائی میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ ریزہ حرف کے دیباچے میں اسی احساس تنہائی کے متعلق وہ لکھتے ہیں:

"میرا سفر "فراتِ ذات" سے کچھ دور احساس کے جلتے ہوئے خیمے سے اٹھتے دھویں کی لکیر سے ملتا ہے۔ یا منہ زور ہواؤں کے مقابل طاقِ تنہائی میں جلتے ہوئے اکیلے چراغ کی شعاع کا سفر! اس سفر میں آپ مجھے تلاش کریں یا میرا ساتھ دے سکیں تو شائید کچھ دیر کو میری تنہائی بہل جائے۔ ورنہ رات کے پچھلے پہر کا مہیب سناٹا تو مجھے قبول کرنا ہی ہے!!!

اور یہ سناٹا مجھ سے پہلے فنکاروں نے تو مجھ سے بھی کہیں زیادہ پہنا اور اوڑھا تھا۔ میں اس سے خوف کیوں کھاوں؟ یوں بھی آرزو کے بھنور میں ڈوب جانے سے سناٹا پہن کر کائنات پر محیط ہونے میں زیادہ معنویت پوشیدہ ہے"۔(۶)

۲۔ کہر امی فضا

محسن ؔنقوی کا شعری شعور جب پروان چڑھا تو خارجی حالات مختلف متضاد عناصر سے مرکب تھی۔ ملکی سیاسی، سماجی صورتحال نا قابل بیان تھا۔ لوگ ابھی ہجرت کی دکھ درد اور کرب کو نہیں بھول پائے تھے۔ آمروں کی طرف سے مارشلائی نظام نافذ کر دئے گئے۔ نطق و اظہار پر پابندی تھی، لب کھولنا اور سچ بولنا جرم تصور کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس صورت حال میں لوگوں نے علامتی رنگِ سخن کو اپنایا۔ یہی وجہ ہے محسن ؔکی غزلوں میں داخلی آمیزش کے ساتھ علامتی انداز بھی نمایاں ہے۔ محسن ؔنقوی کی شاعری کے مطالعہ سے نہ صرف ہم ان کے اظہارِ جذبات کے مختلف طریقوں سے آشنا ہوتے ہیں بلکہ بدلتے ہوئے حالات میں ان کی غمگین شخصیت کی تصویر بھی ابھر کر سامنے آتی ہے۔

محسن ؔنے بے جان اشیاء اور غیر مرئی کیفیات کو مخاطب کر کے وہ استعاراتی شان پیدا کیا ہے۔ جس سے معنوی حسن میں اضافہ ہوا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آہ کی نغمگی اور المناکی کی تاثیر میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ یوں کہے تو بے جانہ ہو گا کہ محسن ؔنقوی کی شاعری کی موسیقیت کے پردے میں ان کی داخلیت پسندی کا عکس نمایاں نظر آتا ہے۔ انھوں نے زندگی کا ہر زخم اپنے دل پر لیا۔ ہر تکلیف کا اپنی روح کی گہرائیوں تک اتار لیا۔ غم انگیزی کا یہی شعور ان کے لہجے میں شامل ہو کر معنی خیز بن گیا ہے۔ افراتفری کی کیفیت اور کہرامی فضا کا نقشہ محسن نقوی نے اس غزل میں خوب کھینچا ہے:

اُجاڑ بستی کے باسیو! ایک دوسرے سے پرے نہ رہنا
ہوا درختوں سے کہہ گئی ہے کسی بھی رت میں ہرے نہ رہنا
میں اپنے روٹھے ہوئے قبیلے کی شازشوں میں گھرا ہوا ہوں
تم اجنبی ہو تو میرے آنگن کی وحشتوں سے پرے نہ رہنا
پھٹے ہوئے بادباں کے پرزے بکھر بکھر کے یہ کہہ رہے تھے
شکستہ کشتی کے ناخداؤ، ہواؤں کے آسرے نہ رہنا
دلوں کی بستی کے لوگ محسن ؔاجڑ اجڑ کے یہ کہہ گئے ہیں
جہاں وفاؤں کی کھوٹ دیکھو، وہاں سخن میں کھرے نہ رہنا (۷)

محسن نقوی کے کلام کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ راز انکشاف ہوتا ہے کہ محسن نے اپنی شاعری میں خود کلامی کے جو انداز اپنائے ہیں ۔ وہ ان کی فنی کمالات کی ایک نئی سمت کا پتہ دیتی ہے۔ ان میں تخیل اور جذبوں کا امتزاج ، واردات قلبی کا عکس، اور زبان و بیان کا نیا وسیلہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ کہیں کہیں استفہامیہ انداز اپنا کر مکالموں اور خود کلامیوں میں نئی نئی کیفیات کو بیان کیا ہے۔ محسن نقوی کی یہ انداز دلسوزی، خستگی اور نغمگی اردو غزل میں دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

۳۔ خود اذیتی

جب دنیا کی ہر خوشی کا انجام غم اور زیست رنج و مصیبتوں کا مجموعہ ہو تو پھر کیوں نہ رنج و غم کو اپنائی جائے۔ غم کو اپنانے کا ایک فائدہ یہ ہو گا کہ محرومی کی اذیت کے احساس سے ایک حد تک اپنی ذات کو نجات دلانے میں کامیاب ہو جائے گی۔ گردش زمانہ کے تھپیڑے کے ساتھ زندگی کی بے ثباتی اور لا مقصدیت کے ساتھ جینے کی تمنا محسن نقوی کی خود اذیتی کی اساس ہے۔ محسن نقوی اپنے ذہنی روئے کے تضادات اور نفسیاتی کوائف کے تحت اپنے آپ کو پرستارِ شب، دلِ سوگوار، ہجر و فراق، اور اپنی زندگی کو داستان غم، وجودِ درد،، شبِ فرقت، الم جاں گداز اور جنازہ آہِ بے تاثیر سے تعبیر کرتے ہیں۔

محسن نقوی کے نزدیک وہ دل ہی کیا جو غم آشنا نہ ہو۔ وہ زندگی ہی کیا جو غم سے ہمکنار نہ ہو، بے قراری کو قرار، درد کو درماں، خلش کو کیف اور مجبوری کو آزادی سمجھنا ان کی داخلیت پسندی کے مختلف پہلو ہیں۔ اس شدت غم کے احساس نے محسن کو یکسر تنہا کر کے خود اذیتی پر مجبور کیا ہے۔ ریزہ حرف کے دیباچے میں "نا تمام سچ کی دستاویز " کے عنوان سے فنکار کی منصب اور ذمہ داریوں پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "زندگی کے صحرا میں اپنے فگار پاؤں کے آبلوں سے پھوٹتے لہو کے گلاب کھلانے والا یہ تشنہ لب رہرو اپنے جسم پر صدیوں کی تھکن اوڑھے اور مجروح اعصاب پر مسافتوں کی ردا لپیٹے تپتے ہوئے دشتِ بے کراں کے ذرے شمار کرنے میں مصروف ہے۔ وہ زندگی کا جزوِ کم نشاں نہیں وہ خود زندگی ہے، وہ بگولوں کا ہم سفر اور ہواؤں کا ہم مزاج ہوتے ہوئے بھی اپنے بعد میں آنے والے رہ نوردوں کے راستے تراشتا اور منزلوں کی جستجو میں اشکوں کے چراغ لٹاتا رہتا ہے۔ وہ بظاہر بے اثاثہ مگر بباطن متاعِ حیات کا امین اور توانا

روشنیوں کا دیانتدار پیغام بر ہے۔وہ صحیح معنوں میں اپنے عہد کے تاریخی شعور کا عکاس اور اپنے فکری شکستگی کا مرثیہ خواں ہے"۔(۸)

محسن نقوی کا شعری شعور اور تفکر ہر ایک کامیاب نبض شناس نباض کی طرح گرد و پیش کے حالات و واقعات کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔یہی وجہ ہے سماج کی منافقانہ رویے کو بھی نشان زد کیا ہے۔

محسن نقوی نے اپنے شعری تخلیقات کے ذریعے اپنی بقا کا امکان تلاش کیا ہے۔وہ اپنے فن کو حسین سے حسین تر بنانے کو اپنے زندگی کا مقصد بناتے ہیں۔۔ذیل کے اشعار ان کی شخصیت کے اندر موجود کشمکش اور خود اذیتی کا پتہ دیتی ہے:

اب کیا علاج زخم دلِ زار سوچنا ؟
گر سوچنا بھی ہے تو سر دار سوچنا
دل پر قیاس وسعت صحرا تراشنا
خود کو رہینِ کوچہ بازار سوچنا
دن بھر سخاوتِ لبِ احباب ڈھونڈھنا
شب کو عطائے گیسوئے دلدار سوچنا
تجھ سے بچھڑ کے اب کے تو یوں ہے کہ بزم میں
بے سود بولنا کبھی بے کار بولنا(۹)

۴۔جمالیاتی حس:

ادب کے نقادوں نے فنوں لطیفہ کی روح جمالیات کو قرار دیا تھا۔فن کا تصور تب ممکن ہوتا ہے جب فن کار کے فن میں شخصی جمالیاتی پہلو،جمالیاتی شعور اور جمالیاتی فکر و نظر کے ساتھ جمالیاتی طرز بیان کی آمیزش موجود ہو۔اس کے بغیر فن کو فن تصور نہیں کیا جائے گا۔بڑے بڑے اساتیذ فن کے ہاں ان کا اپنا نظام جمال ہوتا ہے۔اور وہ اسی نظام جمال کی روایات کے مطابق کائنات کی جمالیاتی پہلوؤں کا نہ صرف مشاہدہ کرتا ہے بلکہ اظہار بھی کرتا ہے۔

محسن نقوی کو بھی اس بات کا شدید احساس تھا کہ شعر و شاعری کا تعلق فنون لطیفہ سے ہے۔اس لئے محسن کی شاعری اداسیوں،مایوسیوں اور جا بجا مسائل حیات کے باوجود نہایت حسین اور تغزل سے بھرپور ہیں۔

اردو غزل گوئی کے مشہور شاعر اور نقاد فراق گھور کھ پوری نے اپنے فن شعر کے بارے میں اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ میں موضوعات پر حاوی ہونے کی بجائے موضوعات کو خود اپنے اوپر حاوی ہونے دیتا ہوں۔ تاکہ موضوعات مجھ پر حاوی ہو کر بولنے لگے۔یوں اس طرح میرے خیال میں شعر تخلیق ہوتا ہے۔فراق گھور کھ پوری نے جس شدید جذبہ داخلیت کی بات کی ہے ۔ محسن نقوی کے ہاں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ذیل میں چند نمونے ملاحظہ ہو:

باتیں تری الہام ہیں، جادو تری آواز
رگ رگ میں اترتی ہوئی خوشبو تری آواز
بہتے چلے جاتے ہیں تہہ آب ستارے
جیسے کہیں اتری ہو لبِ جو تری آواز (۱۰)

مانگے ہیں مجھ سے دل تری ساری نشانیاں
باتیں پرنیاں، وہی راتیں سہانیاں
آنکھوں میں گھولتی ہیں نشے کی شراتیں
چالاک چاندنی میں چھکتی جوانیاں (۱۱)

اکثر شعرا امتداد زمانہ کی مشکلات سے گھبرا کے راستے سے ہٹ جاتے ہیں۔یا مایوسی کا شکار ہوتے ہیں۔ محسن نقوی کے ہاں مایوسی کے آثار ضرور ہیں لیکن وہ مشکلات سے گھبرا کر بھاگنے کی بجائے خستہ سامانی کی کیفیت میں ڈٹے رہتے ہیں۔وہ زمانے کے حالات اور مشکلات سے مایوس نہیں بلکہ امید کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔انھوں نے امید، امن اور سلامتی کے لئے خواب کے استعارے کا انتخاب کیا ہے۔اپنی فکر اور میلان طبع میں خواب، جرات، ہمت اور حوصلہ خود ان کی اپنی اختراع کردہ ہیں۔مشکلات اور حالات زمانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر ڈٹ جانا محسن کی عادت ہے۔

دریا مچل رہا ہے اگر انتقام کو
میں بھی لکھوں گا ریت پہ اب اپنے نام کو

متذکرہ بالا مختصر بحث و مباحثے کے بعد محسن نقوی کی داخلیت پسندی اور حزنیہ شاعری کو مد نظر رکھتے ہوئے نہ ہجر و وصال کا شاعر کہا جاسکتا ہے اور نہ انھوں نے صرف جذبے طاری کر کے شاعری کی ہے۔جو جیسا ہے ویسا

بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کی شاعری میں سطحی خیالات اور سطحی جذباتیات ملنے کی بجائے سلجھی ہوئی شائستگی ضرور ملتی ہے۔میر تقی میرؔ اور فانی بدایونیؔ کی نسبت محسنؔ کے ہاں واردات قلبی بیان کرتے ہوئے ایک جوش اور زور نظر آتا ہے۔یعنی میرؔ اور فانیؔ کی طرح ایک خاص ٹھہراؤ نظر نہیں آتا۔اس کی سب سے بڑی وجہ محسنؔ بلا کا خطیب تھا۔اس لئے اس کا خطیبانہ لہجہ ان کی شاعری میں بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔بہر حال محسنؔ نے اپنے تخلیقی شعور سے جتنے شعر تخلیق کیے ہیں وہ بلاشبہ لائق تحسین اور قابل داد ہیں۔اردو ادب میں ان کی انہی کاوشوں کی بدولت رہتی دینا تک انہیں یاد رکھا جائے گا۔

حوالہ جات

۱۔ابو للیث صدیقی، تجربے اور روایت،سندھ کراچی، اردو اکیڈمی،۱۹۹۹ء ص ۱۴۹

۲۔نورالحسن ہاشمی، دلی کا دبستان شاعری، اترپریش، اردو اکادمی،۱۹۹۷ ص ۹۳

۳۔سلام سندیلوی، ڈاکٹر، ادب کا تنقیدی مطالعہ، لاہور، میری لائبریری،۱۹۶۳ء، ص ۵۷

۴۔محسن نقویؔ، ریزہ حرف، لاہور، ماورا پبلیشر،۲۰۱۲ء، ص ۱۰۸

۵۔ایضاً، ص ۱۶۰

۶۔ایضاً، ص ۱۸

۷۔ایضاً، ص ۸۱

۸۔ایضاً، ص ۱۴

۹۔ایضاً، ص ۱۱۳/ ۱۱۴

۱۰۔ایضاً، ص ۴۸

۱۱۔ایضاً، ص ۱۱۰